فقہ واجتہاد

شیخ سائد بکداش
ترجمہ: حافظ محمد مصطفیٰ راسخ

کیا والد بیٹے کا مال لے سکتا ہے؟

اقوالِ فقہا اور ان کے دلائل کا تجزیہ وتبصرہ

دوسرے قول (مطلقاً جواز) کے دلائل کا جائزہ

❶ سورۃ النور کی اس آیت: ﴿وَلَا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ...﴾ (النور:٦١) سے یہ استدلال کرنا کہ ''اللہ تعالیٰ نے یہاں اولاد کے گھروں کا تذکرہ نہیں کیا جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ گھر باپ دادا کے ہیں۔'' کا جواب امام قرطبیؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

''اس آیتِ کریمہ سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے بھی کھا سکتے ہو جن گھروں میں تمہارے اہل اور اولاد رہتے ہیں، پس وہ گھر اہل اور اولاد کے ہیں۔''
(الجامع لأحکام القرآن:١٢/٣١٤)

ابھی تک ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹے اپنے والدین کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہائش پذیر ہیں جو ان کے باپ کا گھر ہے تو یہاں اس آیتِ کریمہ میں تغلیباً باپ دادا کے گھروں کو ذکر کیا گیا ہے، جو اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ باپ اپنے بیٹے کے مال کا مالک ہے۔ واللہ اعلم!

امام قرطبیؒ نحاسؒ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ میں اولاد کے گھروں کا تذکرہ نہ ہونے کی علت سے ان گھروں کو باپ دادا کی ملکیت بنا دینا کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ ہے۔ (ایضاً:١٢/٣١٢)

اس آیتِ کریمہ سے استدلال کرنے والوں کو جواب یوں بھی دیا جاسکتا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے جیسا کہ امام قرطبیؒ وغیرہ سے منقول ہے۔ (ایضاً)

❷ قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ میں اولاد کو والدین کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف

☆ جولائی ٢٠٠٨ء میں اس مضمون کی پہلی قسط شائع ہوئی تھی، دوسری اور آخری قسط اب شائع کی جارہی ہے۔

سے عطا کردہ ہبہ قرار دیا گیا ہے، لہٰذا باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ غلام کی مانند اپنے بیٹے کے مال پر قبضہ کرسکتا ہے۔ ان آیاتِ کریمہ سے ایسا موقف ثابت کرنے والوں کے استدلال کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ ان آیات میں ہبہ سے مراد بڑھاپے میں وِلادت کا ہبہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا زکریاؑ پر احسان کیا، ملکیت اور غلامی کا ہبہ نہیں جیسا کہ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ﴾ (الشوریٰ:۴۹) ''وہ جسے چاہتا ہے، لڑکیاں دیتا اور جسے چاہتا ہے، لڑکے دیتا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں بھی ولادت کا ہبہ مراد ہے، اگرچہ بڑھاپا نہ بھی ہو، کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا﴾ (الشوریٰ:۵۰)

''اور جسے چاہتا ہے، بانجھ بنا دیتا ہے۔''

❸ ان کی مضبوط ترین دلیل حدیثِ نبویؐ «أنت ومالك لأبيك» کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں:

ا) بعض نے اس حدیث کے معنی کی توجیہ کرتے ہوئے اس کی ایسی تفسیر کی ہے کہ اس حدیثِ نبوی اور اس مسئلہ کہ ''باپ بلا ضرورت اپنے بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت نہیں بنا سکتا'' کے دلائل کے درمیان جمع و تطبیق ممکن ہوسکے۔

ب) بعض نے اس حدیث کو منسوخ کہا ہے۔

ج) بعض نے اس حدیث کے عموم کو خاص کردیا ہے۔

د) بعض نے اس حدیث کے ثبوت اور ضعف میں کلام کی ہے۔

ذیل میں ہر قول کے حاملین کا تذکرہ بالاختصار ملاحظہ فرمائیے:

أ) حدیث «أنت ومالك لأبيك» کے معنی میں ذکر کردہ توجیہات

① امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ منذر بن زیاد الطائی سے روایت کیا ہے کہ ہمیں اسماعیل بن ابوخالد نے خبر دی، اُنہوں نے قیس بن ابوحازمؒ سے روایت کیا ہے کہ میں امیرالمومنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پاس حاضر تھا کہ ایک آدمی نے ان سے کہا:

''یا امیرالمومنین! میرا باپ چاہتا ہے کہ میرے سارے مال پر قبضہ کرلے اور اس کو تباہ و برباد

کر دے؟

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اس آدمی کے والد کو کہا:

''تیرے لئے اس کے مال سے اتنا لینا جائز ہے جو تجھے کفایت کر جائے۔ اس نے کہا: یا خلیفة الرسول! کیا نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمایا: «أنت و مالك لأبيك»''

تو سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ راضی ہو جا۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ بھی دیگر رواۃ نے منذر بن زیاد سے نقل کیا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اس سے نفقہ مراد لیا تھا، اور منذر بن زیاد ضعیف ہیں۔

(السنن الکبریٰ: ۷/ ۴۸۱، المعجم الأوسط للطبراني: ۱/ ۴۴۸ (۸۱۰) وقال لم يروه عن إسمٰعيل إلا المنذر)

④ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث «أنت و مالك لأبيك» بیٹے کی کمائی پر باپ کی ملکیت کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ یہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بیٹے کو چاہئے کہ وہ اپنے مال میں اپنے باپ کے حکم کو نافذ کرے، جس طرح وہ خود اپنا حکم نافذ کرتا ہے۔ اور کسی معاملہ میں اپنے باپ کی مخالفت نہ کرے۔ کیونکہ اس حدیث «أنت و مالك لأبيك» میں نبی کریم ﷺ نے بیٹے اور اس کے مال، دونوں کی نسبت باپ کی طرف کی ہے۔ نبی ﷺ کی جانب سے کی گئی نسبت کی وجہ سے جس طرح بیٹا اپنے باپ کا مملوک نہیں بنتا، اسی طرح اس کا مال بھی اس کے باپ کی ملکیت نہیں بنتا۔ (شرح معانی الآثار: ۴/ ۱۵۸، مشکل الآثار: ۴/ ۲۷۷)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بیٹے کی ذات کی نسبت، اس کے باپ کی طرف کی ہے، جس طرح کہ اس کے مال کی نسبت اس کے باپ کی طرف کی ہے۔ اگر بیٹے کے مال میں باپ کا تصرف جائز ہوتا تو بیٹے کی ذات میں بھی باپ کا تصرف جائز ہونا چاہئے تھا کہ وہ اس کی غلاموں کی مانند خرید و فروخت کرتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح اس نسبت سے بیٹا اپنے باپ کا مملوک نہیں بنتا، اسی طرح اس کا مال بھی باپ کی ملکیت نہیں بنتا۔

❁ امام طحاویؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جتنا فائدہ مجھے ابوبکر صدیقؓ کے مال نے دیا ہے، اتنا فائدہ کسی مال نے نہیں دیا۔''

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا: «إنما أنا ومالي لك يا رسول الله» ''اے اللہ کے

رسولؐ! میں اور میرا مال آپؐ کے لئے ہیں۔'' امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی مراد یہ نہیں تھی کہ ان کا مال نبی کریم ﷺ کی ملکیت ہے بلکہ ان کی مراد تھی کہ نبی کریم ﷺ کا حکم ان کی ذات اور مال میں نافذ ہوسکتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے قول: «أنت ومالك لأبيك» کو بھی اسی معنی پر محمول کیا جائے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۱۵۸/۴، صحیح ابن حبان: ۲۷۳/۱۵، مسند احمد: ۲۵۳/۲)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے اس قول سے ان کی مراد یہ تھی کہ یارسول اللہ ﷺ! آپؐ کے اقوال و افعال میری ذات اور میرے مال میں اسی طرح نافذ العمل ہیں جس طرح کسی شے کا مالک اپنی شے میں اپنے اقوال و افعال کو نافذ کرتا ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۷۷/۴)

③ امام ابن حبانؒ اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس آدمی کو اپنے باپ کے ساتھ اجنبیوں والا معاملہ کرنے پر ڈانٹا تھا اور اسے اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور قول و فعل میں نرمی برتنے کا حکم دیا تھا، یہاں تک کہ اس پر مال خرچ کرے۔ آپؐ نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا: «أنت ومالك لأبيك» یعنی بیٹے کی زندگی میں اسکی رضامندی کے بغیر باپ اسکے مال کا مالک نہیں بن سکتا۔ (صحیح ابن حبان: ۱۴۳/۲)

④ امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سائل نے نبی کریم ﷺ سے اپنے مال پر باپ کے قبضے اور اس مال کو ختم کرنے کے حوالے سے جو شکایت کی تھی، وہ مال کو ختم کرنے کی شکایت باپ پر خرچ کرنے کے سبب ہو، یعنی باپ کا نفقہ جس کا وہ محتاج ہے، زیادہ ہو جس کو اس آدمی کا مال برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہوں، اِلا یہ کہ وہ سارے کا سارا ختم ہو جائے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے اس کی معذرت قبول نہ کرتے ہوئے اپنے باپ کے نفقہ سے دستبردار ہونے کی رخصت نہیں دی اور فرمایا: «أنت ومالك لأبيك» یعنی جب بھی تیرے باپ کو ضرورت ہوگی وہ بقدرِ ضرورت تیرے مال میں سے لے سکتا ہے۔ جس طرح وہ اپنے مال سے لیتا ہے اور جب تیرے پاس مال نہ ہو اور تیرے پاس ہمت ہو تو تجھ پر لازم ہے کہ تو کمائی کر کے اپنے باپ پر خرچ کر۔ اور اگر باپ کا مقصد بیٹے کے مال کو اپنے لئے حلال کرنا

ہو اور بیٹے کو اس سے الگ تھلگ کر کے اس پر خود قبضہ کر لینا ہو تو فقہا میں سے کسی سے بھی اس کے جواز کا قول ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم (معالم السنن: ۱۸۳/۵)

⑤ علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ

''اس حدیث میں متعدد قرائن کی بنیاد پر حقیقی معنی مراد نہیں ہے، کیونکہ بیٹے کا مال اس کی اپنی ملکیت ہے اور اس مال کی زکوٰۃ اسی پر واجب ہے اور مرجانے کی صورت میں وہ مال اس کی وراثت ہوگا جس کو اس کے ورثا میں تقسیم کیا جائے گا۔ جب ان الفاظ کی حقیقت ہی ثابت نہیں ہوسکی تو بوقتِ ضرورت باپ کے لئے حق ملکیت کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔'' (بدائع الصنائع: ۳۰/۴)

اس حدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ترغیب ہے، حقوقِ ملکیت یا تشریعی احکام کا بیان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا معاذ بن جبلؓ سے سوال کیا گیا کہ بیٹے پر والدین کا کیا حق ہے؟ تو اُنہوں نے فرمایا اگر تو اپنے اہل وعیال اور مال سے بھی نکل جائے، تب بھی ان کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۶/۸)

ب) نسخ حدیث کا قول

① امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہم پر یہ اعتراض کرے کہ آپ تو ہر صحیح حدیث کو ماننے والے ہیں، پھر اس حدیث «أنت ومالك لأبيك» کو کیوں کر ترک کر رہے ہیں؟ تو اس شخص کو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح احادیث کو ترک کرنے سے محفوظ فرمائے۔ ہم ہر صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں الا یہ کہ وہ منسوخ ہوچکی ہو اور مذکورہ حدیث «أنت ومالك لأبيك» بلا شک وشبہ آیتِ میراث سے منسوخ ہوچکی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والدین، خاوند، بیوی اور اولاد کی میراث کے تفصیلی احکام نازل کردیئے ہیں۔

② علامہ شیخ محمد عابد سندھی انصاریؒ مسند امام ابوحنیفہؒ کی شرح میں امام عبدالحق اشبیلی سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر بزار وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث «أنت ومالك لأبيك» آیت میراث کے ساتھ منسوخ ہے۔ (المواهب اللطيفة (مخطوط) ج۲، لوحہ ۳۴۶)

ج) اس حدیث کے عموم کی تخصیص کا قول

امام ابوبکر رازی جصاصؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا عموم تقاضا کرتا ہے کہ باپ خوش حالی وتنگ دستی دونوں حالتوں میں بیٹے کا مال لے سکتا ہے، لیکن فقہاے کرام اس امر پر متفق ہیں کہ باپ خوشحالی کی حالت میں اپنے بیٹے کی رضا مندی کے بغیر اس کا مال نہیں لے سکتا، البتہ تنگ دستی کی حالت میں بقدرِ ضرورت لے سکتا ہے۔'' (شرح مختصر طحاوی فی الفقہ الحنفی القسم الثالث، ص۲۴۱)

د) حدیث «أنت ومالك لأبيك» کے ضعف کا قول

بعض علماے کرام نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جن میں سے امام شافعیؒ بھی ہیں جنہوں نے نام لئے بغیر ایک جماعت سے اس کا ضعف نقل کیا ہے۔ دیکھئے (الرسالہ:ص ۴۶۸)

اسی طرح امام قرطبیؒ نے اس کا ضعف نقل کیا ہے۔ (الجامع لأحکام القرآن:۳۱۴/۱۲)

لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے تمام طرق کو ملا کر قوی ہوجاتی ہے اور اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری ۲۱۱/۵) اور امام عینیؒ نے بھی 'عمدۃ القاری' میں اس کو صحیح کہا ہے۔ (۱۴۲/۱۳)

❹ حدیث «ولد الرجل من كسبه، فكلوا من أموالهم» کی دلیل کا جائزہ

اس حدیث سے ان کے استدلال کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ دیگر روایات نے اس کے عموم کی تخصیص کردی ہے جیسا کہ سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إن أولادكم هبة الله لكم، يهب لمن يشاء إناثا ويهب لمن يشاء الذكور. فهم وأموالهم لكم إذا احتجتم إليها» (مستدرک حاکم :۲۸۴/۲، وصحَّحه ووافقه الذهبي، سنن البيهقي من طريق الحاكم نفسها:۴۸۱/۷)

''تمہاری اولاد تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہبہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے ...... پس وہ اولاد اور ان کے مال تمہارے لئے ہیں، جب تم اس کے محتاج ہوجاؤ۔''

"إذا احتجتم" کی زیادتی کے ساتھ اس حدیث کی تائید علامہ استروشنیؒ کی روایت کردہ دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«الأب أحق بمال ولده إذا احتاج إليه بالمعروف»

''باپ اپنے بیٹے کے مال کا زیادہ حقدار ہے جب وہ معروف طریقے سے اس کا ضرورت مند ہو۔''(۱) (لم أقف علی تخریج هذا الحدیث)

④ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث «إن أطیب ما أکل الرجل من کسب یده، ووَلَدُه من کسبِه» کھانے سے متعلق ہے، لہٰذا ہمارے نزدیک باپ کے لئے اپنے گھر یا بیٹے کے گھر سے جو چاہے جب چاہے، کھانا جائز ہے۔ بیع وشراء، رہن، ہبہ یا ملکیت سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ (المُحلی:۸/۱۰۸)

امام ابن حزمؒ کی اس تفسیر میں امام صنعانیؒ کی تفسیر کا جواب ہے جس میں امام صنعانیؒ نے لفظ «أکل» سے مطلقاً 'انتفاع' مراد لیا ہے۔ امام ابن حزم کی تفسیر راجح اور اولیٰ ہے، کیونکہ امام صنعانی کی تفسیر اس اُصول کے خلاف ہے کہ ہر شخص کی ملکیت کا تحفظ کیا جائے۔

⑤ ان کی دلیل ان حدیث «أطع والدیك وإن أخرجاك من مالك» کا جائزہ

اس حدیث سے ان کے استدلال کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں مال کی نسبت بیٹے کی طرف کی گئی ہے، باپ کی طرف نہیں۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ «وإن أخرجاك من مالك» ہیں، «وإن أخرجاك من مالهما» نہیں ہیں اور سیاقِ کلام سے بھی محسوس ہوتا ہے کہ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کے لئے یہاں مبالغہ سے حکم دیا گیا ہے۔

⑥ بعض صحابہ کرامؓ کے اقوال سے ان کے استدلال کا جائزہ

سیدنا عمرؓ، علیؓ، جابرؓ، انسؓ اور اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے منقول آثار کی نصوص میں غوروفکر کرنے سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ باپ بقدرِ ضرورت اپنے بیٹے کے مال سے لے سکتا ہے، اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے مال سے بقدرِ ضرورت لے سکتا ہے۔ ان آثار کے اسی مفہوم کی تائید مصنف عبدالرزاق کی سیدنا عمرؓ سے نقل کردہ روایت سے بھی ہوتی ہے، عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت کرتے ہیں کہ

---

(۱) یہ روایت ابومحمد بن غانم بن محمد بغدادی الحنفي نے اپنی کتاب مجمع الضمانات میں باب في الوصي والولي والقاضي کے تحت بغیر سند کے ذکر کی ہے۔ (المکتبة الشاملة)

''ایک دیہاتی آدمی نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، اور اس کے حق مہر پر خود قبضہ کرلیا۔ جب باپ مرگیا تو وہ عورت اپنے بھائیوں سے حق مہر کی رقم کا مطالبہ کرنے لگی، بھائیوں نے کہا: اس کو ہمارے والد نے اپنی زندگی میں ہی اپنے قبضے میں لے لیا تھا اور عورت نے کہا: مجھے میرا حق مہر چاہئے؟ سیدنا عمرؓ نے ان کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: جو چیز تجھے بعینہٖ مل جائے تو اس کی زیادہ حق دار ہے اور جو تیرے باپ نے خرچ کرلیا ہے، وہ تیرے باپ پر تیرے لئے قرض نہیں ہے۔'' (مصنف عبدالرزاق:۶/۲۲۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عورت کا حق مہر اس کی اپنی ملکیت ہے، اور اس میں سے باپ نے جو خرچ کرلیا تھا، وہ بقدرِ ضرورت تھا، اور اس کے لئے اس کے باپ پر کوئی قرضہ نہیں ہے، کیونکہ اس کے باپ نے وہ مال ضرورت کے تحت خرچ کیا تھا اور اگر اس عورت کا حق مہر اس کے باپ کے قبضہ کرلینے کے بعد باپ کی ملکیت ہوتا تو سیدنا عمرؓ اس مال کو جمیع وراثت کے ساتھ جملہ ورثا میں تقسیم کرنے کا حکم دیتے اور حق مہر میں سے باقی ماندہ اشیا کو اس عورت کی ذات کے ساتھ خاص نہ کرتے۔

پہلے قول (بلاضرورت منع) کے دلائل کا جائزہ

[یاد رہے کہ حنابلہ کا قول (تیسرا) یہ ہے کہ چند شرائط پائے جانے کی صورت میں باپ بیٹے کا مال لے سکتا ہے، جبکہ جمہور کا قول (پہلا) یہ ہے کہ بلاضرورت والد کے لئے بیٹے کا مال لینا ممنوع ہے۔ یہاں ایک قول (دوسرا) یہ بھی ہے کہ والد کے لئے ہر صورت میں، بلا کسی شرط کے لینا جائز ہے، جس کے دلائل کی تردید و توجیہ بھی اوپر گزر چکی ہے۔ مدیر]

حنابلہ نے جمہور علما کی رائے اور ان کے دلائل کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے جمہور کی طرف سے قولِ ثانی کے دلائل میں اس امر کی تردید کی ہے کہ ضرورت کے تحت مال لینا جائز ہے۔ یعنی جمہور نے عام حرمت سے والد کی ضرورت کو خاص کردیا ہے تو حنابلہ نے اس عموم کی تخصیص پیدا کرنے کی تردید کی ہے۔ چونکہ اس سلسلہ میں سب سے تفصیلی گفتگو امام صنعانی نے کی ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ یہاں امام صنعانی کی کلام کو کچھ تشریح و وضاحت کے ساتھ بیان کردیا جائے۔

امام صنعانیؒ اس آیتِ مبارکہ ﴿وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾

(البقرۃ:۱۸۸) ''اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقہ سے کھاؤ۔'' کے عموم سے جمہور کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

❶ جمہور کے دلائل محل نزاع کے بارے میں نہیں ہیں (یعنی ایسے مسئلہ سے متعلق ہیں جن میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے مال کو باپ کا مال قرار دیا ہے لہٰذا باپ، غیر کا مال نہیں کھاتا بلکہ اپنا ہی مال کھا رہا ہوتا ہے۔

❷ اگر اولاد کے مال اور والدین کے لئے نہی کے عمومی دلائل کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو پھر یہ فرمانِ نبویؐ «أنت ومالك لأبيك» ان دلائل کی تخصیص کرنے والی ہے۔

یاد رہے کہ جمہور نے ان عمومی دلائل کے باوجود باپ کے نفقہ کو بیٹے پر واجب قرار دینے کی تخصیص کی ہے، بیٹا پسند کرے یا نہ کرے، لیکن باپ کا نفقہ اس پر واجب ہے۔ اسی طرح حدیثِ ہندؓ نے بھی ان عمومی دلائل کی تخصیص کی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ ہندؓ نے نبی کریم ﷺ کے پاس ابوسفیانؓ کی کنجوسی کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: «خذي مايكفيك وولدك بالمعروف» (بخاری:۵۳۶۴) تو اتنا لے سکتی ہے جو معروف طریقے سے تجھے اور تیری اولاد کو کافی ہو جائے۔ (رسالہ امام صنعانیؒ: ص۲۷)

جمہور علما کی طرف سے اس حدیث «أنت ومالك لأبيك» کو منسوخ کہنے کا جواب

امام صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ دعویٰ نسخ کے لئے ضروری ہے کہ ناسخ کے مؤخر ہونے پر دلیل موجود ہو، جبکہ یہاں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جو ناسخ کے مؤخر ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ سے یہ نسخ مخفی رہ گیا ہو خصوصاً جب وہ سیدنا عمرؓ، سیدنا علیؓ، ابن مسعودؓ، سیدنا جابرؓ، سیدنا انسؓ، ابن عباسؓ اور سیدہ عائشہؓ جیسے کبار صحابہ کرامؓ ہوں۔

پھر امام صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ مختلف دلائل میں امکانِ جمع کے باوجود کون سی شے دعویٰ نسخ پر مجبور کر رہی ہے؟ جب امام ابن حزمؒ کے لئے دلائل کے مابین جمع کرنا بظاہر مشکل ہوگیا تو اُنہوں نے نسخ کا حکم لگا دیا۔

لیکن ہمارے نزدیک یہاں جمع ممکن ہے

کہ اس حدیث «أنت ومالك لأبيك» نے فیصلہ کر دیا کہ بیٹا اور اس کا مال اس کے

باپ کا ہے۔ دوسرے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ جب بیٹا فوت ہوجائے تو اس کا ترکہ والدین، بیوی، اور بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔ بظاہر یہ دونوں احکام مخالف نظر آتے ہیں، لیکن ان میں جمع وتطبیق کی صورت یہ ہے کہ تقسیم وراثت کا حکم بیٹے کی وفات کے بعد ہے، جبکہ پہلا حکم «أنت ومالك لأبيك» اس کی زندگی کے دوران ہے۔ لہٰذا جب باپ بیٹا دونوں حیات ہوں تو بیٹے کا مال باپ کی ملکیت ہونے کے لئے کون سا مانع موجود ہے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کو بیٹے کی موت جبکہ حدیثِ مبارکہ کو بیٹے کی زندگی پر محمول کیا جائے گا۔

✿ امام ابن حزمؒ کے اس قول کہ اگر بیٹے کا مال باپ کی ملکیت ہوتا تو بیٹے کے لئے اپنے مال سے خریدی گئی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرنا حلال نہ ہوتا، کیونکہ اس آیتِ کریمہ ﴿إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُهُمْ﴾ (المؤمنون:٦) کے عموم سے اپنی مملوکہ لونڈی سے مباشرت کی حلت معلوم ہوتی ہے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے امام صنعانی فرماتے ہیں:

اس حدیث «أنت ومالك لأبيك» میں لفظ «مالك» کا عموم، مخصوص ہے۔ مال اسم جنس ہے جو مضاف ہے اور یہ عموم کے صیغوں میں سے ہے۔ اس عموم کو اجماعِ اُمت نے خاص کردیا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی زندگی میں اپنے مال سے خریدی گئی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے، اسی طرح بیٹا بیوی کو حق مہر دے کر اس سے نکاح بھی کرسکتا ہے، باوجود اس کے کہ مال حق مہر بھی اس کے باپ کا ہی تھا، کیونکہ یہ امر عہد نبویؐ میں معلوم تھا اور اس کو اس دور میں گوارا کیا گیا ہے۔

عموماً بیٹا شادی کرتے وقت یا لونڈی خریدتے وقت اپنے زندہ باپ سے ضرور مشورہ کرتا ہے۔ لہٰذا جو کام بیٹے نے اپنے باپ کی اجازت اور مشورے سے کیا ہو، وہ بیٹے کے لئے مباح ہے۔ اور اگر کوئی بیٹا اپنے باپ کی رائے اور مشورے کے خلاف کام کرتا ہے تو وہ نافرمان اور گناہگار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باپ کی رضامندی ہی بیٹے کے لئے اس کے مال کو مباح کردیتی ہے اور اسی بنا پر بیٹا اپنے باپ کے مال میں تصرف کرسکتا ہے۔

(یہاں تک امام صنعانی کا کلام ختم ہوا)

جمہور کی اس دلیل: حدیث «کل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعین» کا جواب

یہ حدیث مرسل ہے۔ اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ حدیث بیٹے کے حق کو باپ کے حق پر ترجیح دینے پر ہی دلالت کرتی ہے، کلیۃً باپ کے حق کی نفی نہیں کرتی یعنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے میں بیٹا اپنے باپ سے زیادہ حق دار ہے۔ (المغنی:۶/۲۸۸)

میں سمجھتا ہوں کہ شاید حدیثِ مرسل سے ان کی مراد حدیثِ ضعیف ہے۔ واللہ اعلم، کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ احادیثِ مرسل کو ضعیف سمجھتے ہیں اور فتواے صحابی کو اس پر مقدم کرتے ہیں۔

جمہور (بلاضرورت منع کے قائل) کے دلائل کے ساتھ کئے گئے مباحث کا جواب

❶ امام صنعانیؒ کا یہ قول کہ ''جمہور کے دلائل غیر محل نزاع میں ہیں، کیونکہ باپ کسی غیر کا مال نہیں کھاتا بلکہ اپنا ہی مال کھا رہا ہوتا ہے''، کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ امام صنعانیؒ کا یہ فہم غیر صحیح ہے اور یہاں غیر ملزوم کو لازم کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس دعویٰ کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا جائیگا۔ اسی طرح اس آیتِ کریمہ ﴿ولاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل﴾ (البقرۃ:۱۸۸) میں جمع کے مقابلے میں جمع کا لفظ آیا ہے ﴿أموالکم بینکم﴾ جو مفرد کے مقابلے میں مفرد کا متقاضی ہے۔ یعنی جس طرح سب مل کر دوسروں کا مال باطل طریقے سے نہیں کھا سکتے، اس طرح کوئی اکیلا شخص بھی کسی دوسرے اکیلے شخص کا مال نہیں کھا سکتا۔ لہٰذا ہم کہیں گے کہ بیٹا باپ کے بالمقابل مفرد ہے اور اس آیت کریمہ کا معنی ہوگا کہ باپ اپنے بیٹے کا مال باطل طریقے سے نہیں کھا سکتا۔ اس اعتبار سے یہ آیت کریمہ محل نزاع میں واضح نص ہے۔

❷ امام صنعانیؒ کا یہ قول کہ جمہور کے عمومی دلائل کو حدیث «أنت ومالك لأبیك» خاص کرنے والی ہے، کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ بلاشبہ یہ حدیث بسا اوقات اس مفہوم کو خاص کرتی ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے کہ جمہور کے نزدیک بھی باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے، لیکن امام صنعانی کے اس مفہوم کو کہ بیٹے کا مال باپ کی ملکیت ہے، پر بہر حال دلالت نہیں کرتی، لہٰذا یہ مفہوم ناقابل قبول ہے۔ اس حدیث کے معنی میں جمہور کی ذکر کردہ وجوہ

ہی اولیٰ و اقرب ہیں۔

۳ امام صنعانیؒ کا یہ قول کہ اس حدیث «أنت و مالك لأبيك» کے نسخ پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے جو ناسخ کے متاخر ہونے پر دلالت کرے۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اس حدیث کا ناسخ اجماعِ اُمت ہے کہ دیت کا ترکہ ورثا میں تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ آیت میراث سے معلوم ہوتا ہے۔ نیز یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دلائل نسخ فقط ناسخ کی تاریخ کے مؤخر ہونے میں محصور نہیں بلکہ اجماعِ امت بھی دلائل نسخ میں سے ایک دلیل ہے۔

۴ امام صنعانیؒ کا یہ قول کہ اس حدیث اور آیتِ میراث میں جمع ممکن ہے، کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ عموم حدیث کے مطابق جب بیٹے کی زندگی میں اس کا مال اس کے باپ کی ملکیت ہے۔ تو اس کے مرجانے کے بعد اس کی ذاتی ملکیت کیسے ہوسکتا ہے تاکہ اس کو ورثا پر تقسیم کیا جاسکے۔ پھر اگر دادا زندہ ہے، تو بیٹے کا مال درحقیقت دادا کا مال بن جائے گا، کیونکہ اس اُصول کے مطابق دادا، بیٹے کے باپ کے سارے مال کا مالک ہے۔ یہ ایک ایسا تسلسل ہے جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بلکہ یہ تسلسل بیٹے کی ملکیت کو منفی کردینے والا ہے جب تک کہ اس کا باپ، دادا یا پڑدادا زندہ ہیں اور یہ واضح امر ہے کہ اہل علم میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو اپنے مال کا مالک بنایا ہے اور اسے اپنے والدین پر خرچ کرنے، زکوٰۃ نکالنے، صدقہ کرنے اور جملہ مالی حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

- اسی طرح اگر بیٹے کی زندگی میں اور موت کے بعد، اس کے مال کی دو مختلف حالتیں ہیں تو پھر بیٹے کی ذات سے متعلق کیا حکم ہے جیسا کہ حدیث «أنت و مالك لأبيك» میں مال کے ساتھ ذات کا بھی ذکر موجود ہے، کیا وہ بھی مال کی مانند شمار ہوگا؟ واضح بات ہے کہ اہل علم میں سے کوئی ایک بھی اس امر کا قائل نہیں۔

- اگر جمہور کے پاس فقط آیتِ میراث ہی دلیل ہوتی تو زندگی اور موت کے بعد بیٹے کے مال سے متعلق مذکورہ تفصیل قابل توجہ تھی، لیکن جمہور کے پاس اس کے علاوہ بھی متعدد دلائل ہیں، جن کا ذکر گذر چکا ہے۔

❺ امام ابن حزمؒ کی دلیل پر امام صنعانیؒ کے ردّ کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ اگرچہ عرفِ عام کو ردّ نہیں کیا جاسکتا کہ بیٹے عموماً اپنے والدین کے مشورے سے ہی کام سرانجام دیتے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اولاد کی اکثریت مکمل آزادی سے اپنے مال میں تصرف کرتی ہے اور اولاد کا آزادی سے اپنے مال میں تصرف کرنا گناہ یا نافرمانی نہیں ہے۔

❻ امام ابن قدامہؒ کی کلام کہ ''حدیث «كل أحد أحق بماله» مرسل ہے'' کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے، جیسا کہ کثیر حنابلہؒ نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔ (دیکھئے الكوكب المنير:۵۷۶/۲، أصول مذهب الإمام أحمد: ص۳۳۳)

بیٹے کے مال پر ماں اور دادا کی ملکیت کا حکم

اس مسئلہ پر مذاہبِ اربعہ میں سے صرف حنابلہ نے ہی گفتگو کی ہے۔ کیونکہ حنابلہ نے ہی چند سابقہ شروط کے ساتھ باپ کے لئے مباح قرار دیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت بنا سکتا ہے۔

ایسے ہی امام صنعانیؒ نے حدیث «أنت ومالك لأبيك» پر اپنے رسالہ میں بھی اس مسئلہ پر کچھ گفتگو کی ہے۔ دیگر تینوں مذاہب (جن کے نزدیک بلاضرورت باپ اپنے بیٹے کے مال سے نہیں لے سکتا) نے ماں کا حکم سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک جب باپ اپنے بیٹے کے مال سے بلاضرورت نہیں لے سکتا تو ماں بالاولیٰ نہیں لے سکتی۔

حنابلہ کے ہاں بیٹے کے مال کا مالک بننے کے سلسلے میں ماں کا حکم باپ کے حکم سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک صحیح ترین اور معتمد مذہب یہ ہے جس پر ان کے اصحاب ہیں کہ ماں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ باپ کی مانند اپنے بیٹے کے مال سے کچھ لے۔

(المغنی:۲۹۴/۶، الانصاف:۵۴/۷، المبدع:۳۸۱/۵)

ماں کے لئے ملکیت کے عدمِ جواز پر بحث کرتے ہوئے امام صنعانیؒ فرماتے ہیں:

''اموال میں اصل حکم منع ہے (یعنی ایک آدمی کا مال دوسرے کو دینا منع ہے) البتہ باپ کے لئے اس حکم کی مخالفت دلالتِ نص کی بنا پر کی گئی ہے اور وہ نص یہ حدیث «أنت ومالك

لأبيك» ہے۔باقی لوگوں کے لئے حرمت ِمال کا حکم اپنی اصل پر ہی باقی ہے۔''

❁ البتہ حنابلہ کے ہاں ایک قول جواز کا بھی پایا جاتا ہے، لیکن اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔اس قول جواز کے لئے حدیث «أنت ومالك لأبيك» کے عموم سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اس جگہ «لأبيك» سے مراد 'اصل' (جڑ) ہے جو خصوصیت ماں اور باپ دونوں کو حاصل ہے۔اسی طرح سیدنا جابر بن عبداللہؓ اور سیدہ عائشہؓ کے اثر سے بھی استدلال کیا جاتا ہے، جو پیچھے گذر چکا ہے کہ ماں باپ دونوں بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت بنا سکتے ہیں۔

بیٹے (پوتے) کے مال پر دادا کی ملکیت کا حکم

حنابلہ کے نزدیک دادا کو باپ کی مانند یہ حق حاصل نہیں ہے، ان کی دلیل وہی ہے جو اُنہوں نے ماں کے لئے اس حق کے عدم جواز پر ذکر کی ہے۔امام صنعانیؒ سوالیہ انداز اپناتے ہوئے فرماتے ہیں: اپنے بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت بنانے میں کیا ماں، باپ کی مانند ہے؟

میں کہتا ہوں کہ یہ نص فقط باپ کے بارے میں وارد ہے اور سیدنا جابرؓ کا قول: ''يأخذا الأب والأم من مال ولدهما بغير إذنه'' ان کی ذاتی رائے ہے، اُنہوں نے ماں کو باپ پر قیاس کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کے اس قول «إن أولادكم من أطيب كسبكم فكلوا من كسب أولادكم» کے عموم میں والدین دونوں کو داخل کردیا ہے۔

(المُحلی: ۱۰۴/۸، وصححہ عنہ)

اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اولاد والدین کی کمائی ہے اور حدیث میں بیٹے کے مال سے لینے کی یہی علت بیان ہوئی ہے۔لیکن لفظ «أولادكم» عام ہے اور عام اپنی علت پر محصور نہیں ہوتا۔اگر کوئی شخص کہے کہ لفظ «أولادكم» میں ضمیر انسان ہے، کیا یہ ضمیر مردوں کے ساتھ خاص ہے؟ تو میرا جواب یہی ہے کہ ہاں! یہ ضمیر مردوں کے ساتھ خاص ہے جو اُمہات کو شامل نہیں ہے، سوائے تغلیب کے اور تغلیب مجاز ہے جبکہ اصل ہی حقیقت ہے۔

اور اصل یہ ہے کہ بیٹے کے مال کی حفاظت کی جائے اور اس میں کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے اور وہ مال کسی مضبوط دلیل کے بغیر کسی دوسرے شخص کو نہ دیا جائے، جیسا کہ باپ کے بارے میں نص وارد ہے۔لہٰذا سیدنا جابر کا اثر اور حدیث «من كسبكم» کا عموم ماں کے

لئے ملکیت ثابت کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔

اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ماں کو باپ کے ساتھ ملحق کرنے میں کون سا مانع ہے؟ حالانکہ علت دونوں کے متعلق ہے، کیونکہ اولاد ماں باپ دونوں کی کمائی ہے، اکیلے باپ کی نہیں ہے۔

اس میں میرا جواب یہی ہوگا کہ علت پر نص صریح آجانے کے بعد میں اس کو بعید خیال نہیں کرتا۔ واللہ اعلم!

خاتمہ، حاصل بحث اور اقوال میں ترجیح

آخر میں مذکورہ مسئلہ میں اہل علم کے اقوال، دلائل، مباحثے اور جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے اور ان کے تین اقوال ہیں:

❶ **پہلا قول:** باپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ سوائے ضروری نفقہ کے وہ اپنے بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت بنائے۔

یہ قول حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ میں سے جمہور اہل علم کا ہے اور ایک روایت امام احمد بن حنبلؒ سے بھی مروی ہے۔ اُنہوں نے نصوصِ قطعیہ اور قواعد شرعیہ عامہ سے استدلال کیا ہے جو بیٹے کے لئے اس کے مال کی حفاظت وعصمت کو ثابت کرتے ہیں اور ان دلائل میں سے سرفہرست دلیل آیتِ میراث اور مالِ غیر کو اس کی رضامندی کے بغیر کھانے کی حرمت پر دلالت کرنے والی آیاتِ کریمہ اور احادیثِ نبویہ کا عموم ہے اور حدیث «أنت ومالك لأبيك» کو اُنہوں نے ضرورت وحاجت پر محمول کیا ہے۔

بہرحال دیگر مسائل فقہ کی مانند یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔

❷ **دوسرا قول:** مطلقاً باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جتنا چاہے، اپنے بیٹے کے مال میں سے لے لے اور اسے اپنی ملکیت بنالے، خواہ اس کو ضرورت ہو یا نہ ہو۔

یہ قول صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے منقول ہے جن میں سے سیدنا عمرؓ بن خطاب، سیدنا علیؓ، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ اور سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سرفہرست ہیں۔

اُنہوں نے نصوصِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہؐ سے استدلال کیا ہے، لیکن ان کی مضبوط ترین دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث «أنت ومالك لأبيك» اور «إن أولادكم من أطيب كسبكم، فكلوا من كسب أولادكم» ہے۔

❸ **تیسرا قول:** یہ قول بھی دوسرے قول کی مانند ہے، لیکن اُنہوں نے دوسرے قول کے اِطلاق کو چھ شرائط کے ساتھ مقید کردیا ہے۔ جن میں سے اہم ترین شرط پہلی ہے کہ بیٹے کا مال

لینے سے اس کو ضرر نہ پہنچے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: «لاضرر ولا ضرار» اس قول کو حنابلہ نے المُعتمد میں اختیار کیا ہے اور انکے ہاں اسی کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔

- لیکن اگر سابقہ اقوال اور ان کے دلائل کو بنظر عمیق دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ تیسرا قول اپنی شروط و قیود سے پہلے قول کے موافق ہے۔ کیونکہ اس قول میں اُنہوں نے باپ کے لئے بیٹے کے مال سے لینے کے مطلق جواز کو چند شرائط کے ساتھ مقید کردیا ہے اور بیٹے کو ضرر نہ پہنچنے کی قید لگائی ہے......!
- جمہور کے قول سے واضح ہوتا ہے کہ باپ بلاضرورت اپنے بیٹے کے مال سے نہیں لے سکتا۔ اس قول میں جمہور نے طرفین (باپ اور بیٹا دونوں) کی رعایت رکھی ہے، باپ کا حق بوقتِ ضرورت نفقہ حاصل کرنے کے ذریعے محفوظ ہے اور بیٹے کا حق اس کے مال کی حفاظت کے ذریعے محفوظ ہے۔ دونوں کے حقوق اپنے اپنے مقام پر محفوظ ہیں۔ اس قول میں خاندانی مشکلات کا حل اور ہر فریق کو اپنے ایمان کی زیادتی اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر قناعت کرنے کی دعوت ہے۔ اس قول سے دل مطمئن ہوجاتا ہے اور اس میں مذکور حِکم واَسرار سے سینہ کھل جاتا ہے اور عقل پرسکون ہوجاتی ہے۔
- اس بنا پر اگر باپ بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت بنانے یا اپنی ضرورت سے زیادہ مال حاصل کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور بیٹا اس مطالبے کو مسترد کردیتا ہے تو وہ بیٹا نافرمان اور گناہگار نہیں ہوگا، کیونکہ بقدرِ ضرورت ان پر خرچ کرکے وہ اپنا فریضہ ادا کررہا ہے اور ان کے حق میں کوتاہی نہیں کررہا۔
- یہ ایک پہلو سے ہے، اگر دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو یہ امر واضح ہوتا ہے کہ علماے کرام کا اختلاف رحمت ہے۔ مثال کے طور پر اگر معاملہ قاضی کے پاس عدالت میں چلا جاتا ہے تو قاضی دلائل، شہادات اور حالات کو سامنے رکھ کر علما کے ان اقوال میں سے کسی اَحسن اور حالات کے موافق قول کو اختیار کرکے فیصلہ دے سکتا ہے۔
- باپ کے لئے نصیحت ہے کہ وہ نیکی پر اپنے بیٹے کا تعاون کرے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے «رحم الله والدًا أعان وَلَدَه علی برّه» (رواه ابن ابی الدنیا فی کتاب العیال: ۳۰۶/۱، رقم ۱۵۰) تاکہ بیٹا بھی اس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ والد کی طرف سے نیکی طبعی امر ہے جبکہ بیٹا اس کا مکلّف ہے۔
- **اس میں بیٹے کو بھی نصیحت ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آئے، ان کے لئے جود وسخا کے ہاتھ کھول دے اور ان پر خرچ کرنے میں کنجوسی نہ**

کرے۔ تنگی اور احسان محسوس کیے بغیر بلا مطالبہ ان کو دیتا رہے خصوصاً جب اللہ تعالیٰ نے رزق کی وسعت دی ہو۔ بلکہ والدین کے ساتھ احسان کرنا زیادتیٔ رزق اور طوالتِ عمر کا سبب ہے، جیسا کہ مشہور احادیث میں موجود ہے۔

✎ اسی طرح بیٹا جب محسوس کرے کہ والدین اس کے مال سے توقع رکھتے ہیں اور وہ بلا حد اس میں سے لینا چاہتے ہیں تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کے ساتھ حکیمانہ راستہ اختیار کرے اور ان کے ساتھ نیکی کرے۔ ان کو غصہ دلانے کا سبب نہ بنے، کیونکہ دانا شخص کبھی وسیلوں کا راستہ ختم نہیں کرتا اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان: «لا يجزي ولد والدًا إلا أن يجده مملوكًا فيشتريه ، فيعتقه» (صحیح مسلم: ۱۵۱۰) کو پیش نظر رکھے۔

''کوئی شخص بھی اپنے والد کا حق ادا نہیں کرسکتا، اِلا یہ کہ وہ اپنے والد کو غلام پائے تو خرید کر اس کو آزاد کردے۔''

✎ نیک بیٹے کو چاہئے کہ وہ والدین کی رضا میں اللہ کی رضا تلاش کرے، جیسا کہ سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ سائل نے ان سے پوچھا: ما حق الوالدين على الولد؟ بیٹے پر والدین کا کیا حق ہے؟ تو اُنہوں نے فرمایا: ''لو خرجت من أهلك ومالك ما أديت حقَّهما'' (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۶/۸)

''اگر تو اپنے مال اور اہل وعیال سے بھی نکل جائے تو تب بھی تو نے ان کا حق ادا نہیں کیا۔''

✎ حسن بصریؒ سے جب والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حوالے سے سوال کیا گیا، تو اُنہوں نے فرمایا: «أن تبذل لهما ما ملكت وأن تطيعهما في ما أمراك به إلا أن يكون معصية» (البر والصلة للحسين المروزي عن ابن المبارك ص۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۶/۵، رقم ۹۲۸۸)

''والدین کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ تو اپنی ملکیت میں موجود ہر شے کو ان کے لئے خرچ کردے، اور ان کے ہر حکم کی اطاعت کرے، سوائے معصیت کے۔''

✎ امام ابن ابی الدنیاؒ مرسل سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے بھی افضل نفقہ کون سا ہے؟

صحابہ کرامؓ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: بیٹے کا اپنے والدین پر خرچ کرنا۔ (کتاب العیال: ۱۶۱/۱، رقم ۲۶)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو اور ہمارے والدین کو معاف فرمائے جس طرح کہ اُنہوں نے بچپن میں انتہائی محبت واہتمام سے ہماری پرورش کی۔ آمین!